زکوٰۃ کے مستحق کون ہیں؟

علمی و قلمی جہاد کی اہمیت

مولانا محمد شہاب الدین ندوی۔ ناظم فرقانیہ اکیڈمی بنگلور

(۲)

ظاہر ہے کہ جہاد کا قتالی (جنگی) مفہوم لے کر ہم موجودہ دور میں اس میدان میں ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ فوجی و عسکری اور سیاسی میدان میں آج ہم پوری طرح مغلوب بلکہ شکست خوردہ قوموں کے مقام پر کھڑے ہو گئے ہیں۔ لہٰذا جہاد کا دوسرا مفہوم (جو دراصل جہاد کی تعریف اور اُس کے مقصد کے لحاظ سے اول نمبر پر آتا ہے) اختیار کئے بغیر چارہ نہیں، ہے۔ اور اسی میں آج نہ صرف ہماری سلامتی بلکہ پوری انسانی دنیا کی سلامتی ہے۔ کیونکہ موجودہ دور "بین الاقوامی تعلقات" "حقوقِ انسانی" اور "فکر و نظر کی آزادی" کا دور ہے۔ اور پوری دنیا سمٹ کر ایک شہر اور ایک قبیلے کی طرح ہو گئی ہے۔ لہٰذا ان تمام اعتبارات سے موجودہ دور میں "قتالی جہاد" ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس قسم کا اقدام مسلمانوں کی خودکشی کے مترادف ہوگا۔ اس طرح اب جہاد کی واحد شکل "علمی جہاد" کی باقی رہ جاتی ہے، جس کو ہر دور، ہر ملک، ہر وقت اور ہر حال میں جاری رکھا جا سکتا ہے۔ اور یہی چیز جہاد کی اصل رُوح اور اس کی اسپرٹ ہے۔ چنانچہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکی زندگی میں اسی قسم کے جہاد کا مظاہرہ "پُرامن طریقے سے" کیا تھا، جو ہمارے لئے ایک مثال اور نمونہ ہے کہ ہم مغلوب ہونے کی صورت میں یہی طریقہ اپنائیں۔

اب اس کے برعکس اگر معترض کو "قتالی جہاد" ہی پر اصرار ہے تو پھر اُن کے لئے خاموش ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھنا جائز نہیں ہے۔ بلکہ اُنہیں قرآن اور حدیث کے حکم کے مطابق فوراً جہادِ عسکری کا بازار گرم کرنا چاہئے۔ ورنہ وہ خُدا کی نافرمانی کے مرتکب ہوں گے۔ نیز اس سلسلے میں اُن پر یہ بھی لازم ہوگا کہ وہ موجودہ دور میں بھی جہاد یا تو "ہاتھ سے کریں یا زیادہ سے زیادہ "تلوار" سے۔ جدید ہتھیاروں کو وہ ہاتھ تک نہیں لگا سکتے۔ کیونکہ اُن کی نظر میں کسی "علتِ مشترکہ" کی بنا پر قیاس کرنا اور کسی منصوص حکم سے کسی غیر منصوص حکم پر استدلال کرنا جائز

کے مطابق جنگ صرف ہاتھ یا تلوار ہی سے کرنی پڑے گی اور جدید ہتھیاروں کا استعمال ان کے لئے جائز نہیں ہوگا۔ (کیونکہ علمی جہاد کو لسانی جہاد پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ اور ان دونوں میں "اعلائے کلمۃ اللہ" کو مشترکہ علت قرار دینے سے معترض کی نظر میں شریعت پر قیامت آجاتی ہے)

بہرحال اب خود اُن کے فتوے کے مطابق ضروری ہے کہ وہ ہاتھ میں تلوار لے کر نکلیں اور لوگوں کو اس کے زور پر کلمہ پڑھوائیں۔ اگر ساری دنیا کے "کفار" کو نہ سہی صرف لکھنؤ ہی کے کافروں کو وہ اس طرح کلمہ پڑھوادیں تو واقعی اُن کا یہ ایک بہت بڑا کارنامہ ہوگا۔ مگر اس موقع پر یہ بھی یاد رہے کہ آپ کو صرف اصطلاحی کافروں ہی کو قتل کرنا پڑے گا۔ کسی مُلحد یا بے دین کو آپ ہاتھ بھی نہیں لگا سکتے۔ کیونکہ وہ اصطلاحاً "کُفار" کی تعریف میں آتے ہی نہیں۔ اور چونکہ آپ کے نزدیک قیاس ناجائز ہے، لہٰذا آپ جدید قسم کے "منکرینِ خدا" کو کفار پر قیاس نہیں کر سکتے: ورنہ اس سے خود آپ ہی کے نقطۂ نظر سے "خرقِ اجماع" لازم آئے گا۔ کیونکہ تمام مفسرین، محدثین، فقہاء اور قدیم علماء نے کفار کا جو اصطلاحی مفہوم مراد لیا ہے وہ وہی ہو سکتا ہے جو دورِ رسالت میں تھا۔ یعنی مشرکین جو "کئی خداؤں" کے قائل تھے۔ مگر جدید ملحدین چونکہ سرے سے خدا کے قائل ہی نہیں ہیں، لہٰذا آپ کے نقطۂ نظر سے کسی مُلحد کو قتل کرنا شرعاً ناجائز ہے۔ اب آپ کے پاس اس کا کیا جواب ہے ؟

مگر یہ بات تو صاف ظاہر ہے کہ معترض اس قسم کا جہاد تو ہرگز نہیں کر سکتے اور نہ اس کا ارادہ ہی کر سکتے ہیں۔ ورنہ اُن کا جو حشر ہوگا وہ سامنے کی بات ہے۔ اس لئے وہ چاہتے ہیں کہ اب جہاد کی جو دوسری شکل باقی رہ گئی ہے وہ بھی معطل و منسوخ ہو جائے۔ یعنی "نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری"!

قارئینِ کرام! آپ جانتے ہیں کہ اس کی وجہ کیا ہے ؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ جہاد (چاہیے

نوٹ: چنانچہ معترض نے ڈاکٹر یوسف قرضاوی کے ایک درست قیاسی استدلال پر خواہ مخواہ تنقید کرتے ہوئے اسے "شریعت پر قیامت ڈھانے والی بات" قرار دیا ہے۔ اس پر تفصیلی بحث اگلے باب میں آرہی ہے۔ اور اس بحث کا

نظرات

۱۹۹۱ء کے وسط مدتی انتخابات بھی ہو گئے ہیں۔ اور اس کے نتیجہ میں پارلیمنٹ میں مختلف جماعتوں کی جو پوزیشن سامنے آئی ہے اس کے مطابق کانگریس پارٹی نشستوں کے لحاظ سے سب سے بڑی پارٹی ہے۔ اس کو پارلیمنٹ میں دو سو چالیس کے قریب نشستیں حاصل ہوئی ہیں۔ اس کے بعد جو دوسری بڑی پارٹی ابھر کر سامنے آئی ہے وہ بھارتیہ جنتا پارٹی ہے۔ اس کے ممبران کی تعداد ایک سو تیئیس کے قریب ہے۔ جنتا دل، کمیونسٹ، مارکسوادی کمیونسٹ، تیلگو دیشم، سماج وادی جنتا دل اور دیگر آزاد ممبران کی تعداد کانگریس اور بھارتیہ جنتا پارٹی سے بہت کم ہے۔

چالیس سال کی محنت، جدوجہد، تگ و دو اور ہر طرح کے پاپڑ بیلنے کے بعد ۱۹۹۱ء میں بھارتیہ جنتا پارٹی کو آخر اپنے مقصد میں اس حد تک تو کامیابی نصیب ہو ہی گئی کہ وہ پارلیمنٹ میں واحد اپوزیشن پارٹی کی صورت میں اپوزیشن کو ملنے والی تمام سہولیات کی حقدار ہو گی۔ اپوزیشن لیڈر کو کابینی وزیر کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ بھارتیہ جنتا پارٹی کے پارلیمنٹری لیڈر کو بھی وہی درجہ حاصل ہوگا۔

بھارتیہ جنتا پارٹی نے انتخابات کے دوران میں مذہبی نعروں کا جس طرح استعمال کیا اور سیکولرزم کے بارے میں اپنے خیالات کو جس طرح ظاہر کیا اس سے

کمشنر کو آگاہ بھی کر رہے تھے مگر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ بھارتیہ جنتا پارٹی اپنا پورا زور مذہبی نعروں کے ساتھ الیکشن لڑنے اور جیتنے میں لگا رہی ہے۔ اس نے اس کی ذرا بھی پرواہ نہ کی کہ اس کے مذہبی نعروں کو الیکشن میں استعمال کرنے کے خلاف کون کیا کچھ کہہ رہا ہے۔

۱۹۹۱ء کے وسط مدتی انتخاب کا اور اس سے پہلے ۱۹۸۴ء و ۱۹۸۹ء کے عام انتخابات کا اگر ہم تجزیہ کریں تو ہمیں ملک و قوم کے مفاد کے نظریہ کے تحت افسوس و تاسف اور مایوسی ہی ہاتھ لگے گی۔

ان تینوں الیکشنوں میں کہیں بھی سیکولرزم یا سوشلزم کی فتح یابی نہیں ہوئی۔ ۱۹۸۴ء میں شریمتی اندرا گاندھی کے قتل سے کانگریس کے لئے عوام میں ہمدردی پیدا ہوئی جس کے نتیجہ میں شری راجیو گاندھی کی قیادت میں کانگریس پارٹی کو پنڈت جواہر لال نہرو کے زمانے سے بھی زیادہ پارلیمنٹ میں نشستیں دستیاب ہوئیں۔ اور ۱۹۸۹ء میں کانگریس کے خلاف غصّہ نے مرکزی حکومت سے کانگریس کو بے دخل کر دیا اور ۱۹۹۱ء نے ایک عجیب و غریب منظر ہی پیش کیا۔ کانگریس کے خلاف ایک طرف جنتا دل، .. کمیونسٹ اور مارکسوادی کمیونسٹ تھے تو دوسری طرف بھارتیہ جنتا پارٹی کا جذباتی انگیز مذہبی محاذ تھا۔

اس سارے چکر میں بھارتیہ جنتا پارٹی نے اپنے آپ کو جس طرح سنبھالا وہ ہندوستان کی تاریخ میں ایک انہونی کے طور پر یاد رکھا جائے گا۔ مرکز میں تو بھارتیہ جنتا پارٹی حکومت بنانے سے کسی طرح رہ ہی گئی ہے۔ لیکن ہندوستان کے سب سے بڑے صوبہ یو پی میں اس کی حکومت کی تشکیل ہو گئی ہے۔ اور یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے بلکہ بہت بڑی بات ہے۔ ملک کے سیکولرازم کے جاں نثاروں کے لئے سخت تشویش کی بات بھی ہے۔ جو پارٹی ۱۹۸۴ء میں صرف ۲ نشستیں ہی پارلیمنٹ کی حاصل کر پائی تھی وہ ۱۹۸۹ء میں ۸۶ اور ۱۹۹۱ء میں ایک سو تئیس حاصل کر گئی۔ اس سے بڑھ کر اس کے لئے کامیابی کی رفتار اور کیا ہو سکتی ہے مستقبل میں

یا اس سے بھی زیادہ نشستیں حاصل کرے اور تمام سیکولر پارٹیوں کو آپس میں لڑا کر مرکز میں اقتدار حاصل کر لے۔ اب اس حقیقت سے کسی کو شاید ہی انکار ہو۔ ہمارے خیال میں اب وقت آگیا ہے کہ تمام سیکولر نظریات کے حامل اصحاب اور جماعتیں اس حقیقت کو یاد کر لیں کہ ہندوستان کے سیکولرزم کی بقا و حفاظت کے لئے انہیں اپنے تمام اختلافات کو مٹا کر کوئی متحدہ پلیٹ فارم بنا لینا چاہئے۔ بھارتیہ جنتا پارٹی اپنی جگہ بنا چکی ہے۔ اور جتنی جگہ اس نے بنا لی ہے اس کا منصوبہ اس سے بڑی جگہ بنانے کا ہے۔ اس کے اس منصوبہ کو کس طرح ناکام بنایا جائے اس کی زبردست ضرورت ہے۔ اب سیکولر نظریات کی حامل جماعتوں کے لئے ضروری ہے کہ انہیں ذاتی و سیاسی اختلافات فی الفور ختم کر دینے چاہئیں اور خطرہ کا مقابلہ وہ جب ہی کر سکتے ہیں کہ جب وہ متحد ہوں گے۔ ان کا الگ الگ رہنا ہی بھارتیہ جنتا پارٹی کی تقویت کا باعث ہے۔

اگر خدانخواستہ بھارتیہ جنتا پارٹی نے اپنے الیکشن مینی فسیٹو کے مطابق عمل درآمد شروع کیا تو ملک میں زبردست انتشار پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ بابری مسجد، رام جنم بھومی کے سلسلے میں اس نے اپنے جس عزم کا اظہار کیا ہے وہ ملک کی فلاح کے لئے نیک شگون قطعاً نہیں ہے۔

شکر ہے خدا کا کہ مرکز میں اقتدار کانگریس پارٹی کے ہاتھ میں ہے اس لئے کانگریس کی ذمہ داری ہے کہ وہ سیکولر قدروں کی نگہداشت کرے۔ اگر یو پی میں بھارتیہ جنتا پارٹی کی حکومت نے کوئی اینٹی سیکولر حرکت کی تو مرکز کو اپنی پوری طاقت سے اس کا مقابلہ کرنے کے لئے کمر بستہ ہونا ہے۔ یہ وقت کانگریس کے امتحان کا ہے، کانگریس کے سیکولرزم کے دعویٰ کی حقیقت کو پرکھنے کا ہے ہمیں امید ہے کہ کانگریس اپنے اس امتحان میں کامیاب ہوگی کیونکہ اسی میں ملک و قوم کی فلاح و بہبود کا راز مضمر ہے۔ گاندھی و نہرو، مولانا آزاد و دوسرے سیکولروں

پہلا یعنی جنگ آزادی کے شہیدوں و مجاہدوں کی وارث کانگریس کی سب سے کڑی آزمائش کا یہ دور ہے۔ اور ہر محب وطن ہندوستانی کا فرض ہے کہ وہ اس مشکل گھڑی میں ملک و قوم کے مفاد کے خاطر اتحاد و اتفاق کے ساتھ ملک و قوم کی تعمیر و ترقی میں کوشاں رہے۔!

بہرحال یہ وقت ہے اور صحیح وقت ہے کہ کانگریس سیکولرزم کے اصولوں پر ایمانداری کے ساتھ عمل کرے۔ کانگریس کے لئے، ملک کے لئے اور ملک کے عوام کی بھلائی کے لئے کانگریس کو ہر قیمت پر پوری پوری ایمانداری کے ساتھ ... سیکولرزم کے اصولوں پر عمل کرنا ہی ہوگا۔ ورنہ .....!

گذارش

جوابی امور و خط و کتابت نیز منی آرڈر کرتے وقت اپنا خریداری نمبر حوالہ دینا نہ بھولیں خریداری یاد نہ ہونے کی صورت میں کم از کم جس نام سے آپ کا رسالہ جاری ہے۔ اس کی وضاحت ضرور فرمائیں۔

چیک سے رقم نہ روانہ کریں صرف ڈرافٹ سے روانہ کریں۔ اور اس نام سے بنائیں۔ "برہان دہلی" "BURHAN DELHI"

پتہ۔ ماہنامہ "برہان" اردو بازار جامع مسجد دہلی ۶

زکوٰۃ کے مستحق کون ہیں؟

علمی و قلمی جہاد کی اہمیت

مولانا محمد شہاب الدین ندوی۔ ناظم فرقانیہ اکیڈمی بنگلور ۵۶

(۲)

ظاہر ہے کہ جہاد کا قتالی (جنگی) مفہوم لے کر ہم موجودہ دور میں اس میدان میں ہرگز کامیاب نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ فوجی و عسکری اور سیاسی میدان میں آج ہم پوری طرح مغلوب بلکہ شکست خوردہ قوموں کے مقام پر کھڑے ہوگئے ہیں۔ لہٰذا جہاد کا دوسرا مفہوم (جو در اصل جہاد کی تعریف اور اُس کے مقصد کے لحاظ سے اول نمبر پر آتا ہے) اختیار کئے بغیر چارہ نہیں، ہے۔ اور اسی میں آج نہ صرف ہماری سلامتی بلکہ پوری انسانی دنیا کی سلامتی ہے۔ کیونکہ موجودہ دور "بین الاقوامی تعلقات" "حقوقِ انسانی" اور "فکر و نظر کی آزادی" کا دور ہے۔ اور پوری دنیا سمٹ کر ایک شہر اور ایک قبیلے کی طرح ہوگئی ہے۔ لہٰذا ان تمام اعتبارات سے موجودہ دور میں "قتالی جہاد" ہرگز کامیاب نہیں ہوسکتا۔ بلکہ اس قسم کا اقدام مسلمانوں کی خودکشی کے مترادف ہوگا۔ اس طرح اب جہاد کی واحد شکل "علمی جہاد" کی باقی رہ جاتی ہے، جس کو ہر دور، ہر ملک، ہر وقت اور ہر حال میں جاری رکھا جاسکتا ہے۔ اور یہی چیز جہاد کی اصل رُوح اور اس کی اسپرٹ ہے۔ چنانچہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکی زندگی میں اسی قسم کے جہاد کا مظاہرہ "پُرامن طریقے سے" کیا تھا، جو ہمارے لئے ایک مثال اور نمونہ ہے کہ ہم مغلوب ہونے کی صورت میں یہی طریقہ اپنائیں۔

اب اس کے برعکس اگر معترض کو "قتالی جہاد" ہی پر اصرار ہے تو پھر اُن کے لئے خاموش ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھنا جائز نہیں ہے۔ بلکہ اُنہیں قرآن اور حدیث کے حکم کے مطابق فوراً جہادِ عسکری کا بازار گرم کرنا چاہیئے۔ ورنہ وہ خدا کی نافرمانی کے مرتکب ہوں گے۔ نیز اس سلسلے میں اُن پر یہ بھی لازم ہوگا کہ وہ موجودہ دور میں بھی جہاد یا تو "ہاتھ سے کریں یا زیادہ سے زیادہ "تلوار" سے۔ جدید ہتھیاروں کو وہ ہاتھ تک نہیں لگا سکتے۔ کیونکہ اُن کی نظر میں کسی "علتِ مشترکہ" کی بنیاد پر قیاس کرنا اور کسی منصوص حکم سے کسی غیر منصوص حکم پر استدلال کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ بقول خود اس سے عبادات کی شکل مسخ ہو جاتی ہے۔ لہٰذا معترض کی منطق

کے مطابق جنگ صرف ہاتھ یا تلوار ہی سے کرنی پڑے گی اور جدید ہتھیاروں کا استعمال ان کے لئے جائز نہیں ہوگا۔ (کیونکہ علمی جہاد کو لسانی جہاد پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ اور ان دونوں میں "اعلائے کلمۃ اللہ" کو مشترک علت قرار دینے سے معترض کی نظر میں شریعت پر قیامت آجاتی ہے)

بہرحال اب خود اُن کے فتوے کے مطابق ضروری ہے کہ وہ ہاتھ میں تلوار لے کر نکلیں اور لوگوں کو اس کے زور پر کلمہ پڑھوائیں۔ اگر ساری دنیا کے "کُفار" کو نہ سہی صرف لکھنؤ ہی کے کافروں کو وہ اس طرح کلمہ پڑھوادیں تو واقعی اُن کا یہ ایک بہت بڑا کارنامہ ہوگا۔ مگر اس موقع پر یہ بھی یاد رہے کہ آپ کو صرف اصطلاحی کافروں ہی کو قتل کرنا پڑے گا۔ کسی مُلحد یا بے دین کو آپ ہاتھ بھی نہیں لگا سکتے۔ کیونکہ وہ اصطلاحاً "کُفار" کی تعریف میں آتے ہی نہیں۔ اور چونکہ آپ کے نزدیک قیاس ناجائز ہے لہٰذا آپ جدید قسم کے "منکرینِ خُدا" کو کفار پر قیاس نہیں کرسکتے۔ ورنہ اس سے خود آپ ہی کے نقطۂ نظر سے "خرقِ اجماع" لازم آئے گا۔ کیونکہ تمام مفسرین، محدثین، فقہاء اور قدیم علماء نے کفار کا جو اصطلاحی مفہوم مراد لیا ہے وہ وہی ہوسکتا ہے جو دورِ رسالت میں تھا۔ یعنی مشرکین جو "کئی خُداؤں" کے قائل تھے۔ مگر جدید ملحدین چونکہ سرے سے خُدا کے قائل ہی نہیں ہیں، لہٰذا آپ کے نقطۂ نظر سے کسی مُلحد کو قتل کرنا شرعاً ناجائز ہے۔

اب آپ کے پاس اس کا کیا جواب ہے؟

مگر یہ بات تو صاف ظاہر ہے کہ معترض اس قسم کا جہاد تو ہرگز نہیں کرسکتے اور نہ اس کا ارادہ ہی کرسکتے ہیں۔ ورنہ اُن کا جو حشر ہوگا وہ سامنے کی بات ہے۔ اس لئے وہ چاہتے ہیں کہ اب جہاد کی جو دوسری شکل باقی رہ گئی ہے وہ بھی معطل و منسوخ ہوجائے۔ یعنی "نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری"۔

قارئینِ کرام: آپ جانتے ہیں کہ اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ جہاد (جاہے

نسلہ چنانچہ معترض نے ڈاکٹر یوسف قرضاوی کے ایک درست قیاسی استدلال پر خواہ مخواہ تنقید کرتے ہوئے اسے "شریعت پر قیامت ڈھانے والی بات" قرار دیا ہے۔ اس پر تفصیلی بحث اگلے باب میں آرہی ہے۔ اور اس بحث کا ایک حصہ گیارہویں باب میں بھی گزر چکا ہے۔ موصوف کی قرضاوی پر تنقید کے لئے ملاحظہ ہو ماہنامہ الفرقان، دسمبر ۱۹۸۸ء ص ۲۶

وہ قتالی ہو یا غیر قتالی) جب پوری طرح منسوخ ہو جائے گا تو پھر "فی سبیل اللہ" کے تحت زکاۃ کا کوئی بھی دعویدار میدان میں باقی نہیں رہے گا۔ لہٰذا ساری زکاۃ پر "مدرسوں" کا قبضہ برحق ہو جائے گا۔ یہ ہے ایک عالم نما مولوی کی عیارانہ ذہنیت۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

علمی و قلمی جہاد کی اہمیت

اُوپر کے مباحث سے جہاد کی حقیقت و اہمیت پوری طرح روشنی میں آگئی۔ اور یہ بھی اچھی طرح ظاہر ہوگیا کہ دین کی تبلیغ و اشاعت کی راہ میں علمی و قلمی جد و جہد بھی جہاد کے مفہوم و منشا اور اُس کے مزاج میں شرعی اعتبار سے پوری طرح شامل و داخل ہے۔ بلکہ موجودہ دور کے لحاظ سے یہ سب سے بڑا جہاد ہے جس کا واحد مقصد اعلائے کلمۃ اللہ یعنی خدا کی بات کو اُونچا اور کفر کی بات کو نیچا کرنا ہے۔ اور جہاد چونکہ ہر دور میں مسلمانوں پر فرضِ کفایہ ہے[۳۱] اس لئے ہر دور کے تقاضے کے مطابق اسے جاری رہنا چاہئے۔ بلکہ اس میں خوب مبالغہ بھی ہونا چاہیے (جیسا کہ جہاد کے لغوی مفہوم کا تقاضا ہے)۔ صاحب ہدایہ امام مرغینانیؒ تحریر کرتے ہیں:

ولا یجوز أن یقاتل من لم تبلغہ الدعوۃ الی الاسلام الا أن یدعوہ: اور کسی ایسی قوم کے ساتھ جنگ کرنا جسے اسلام کی دعوت نہ پہنچی ہو جائز نہیں ہے۔ جب تک کہ اُسے دعوت نہ دی جائے۔[۳۲]

اور شمس الائمہ سرخسیؒ نے صراحت کی ہے کہ جس قوم کو اسلام کی دعوت نہ پہنچی ہو اُس کے ساتھ جنگ کرنا قرآن اور حدیث کی رُو سے جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ وہ تحریر کرتے ہیں:

فان کانوا یقاتلون قوماً لم تبلغھم الدعوۃ فلا یحل قتالھم حتی یدعوا، لقولہ تعالیٰ: وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا۔ وبقول ابن عباس رضی اللہ عنھما: ما قاتل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قوماً حتی دعاھم الی الاسلام۔[۳۳]

---

[۳۱] دیکھئے ہدایہ مع فتح القدیر ۵/۱۸۹، بدائع الصنائع ۷/۹۸، مطبوعہ کراچی

[۳۲] ہدایہ مع فتح القدیر ۵/۱۹۷، مطبوعہ کوئٹہ

[۳۳] المبسوط للسرخسی: ۱۰/۶، مطبوعہ کراچی ۱۴۰۷ھ

اس لحاظ سے جہاد کی آخری شکل "قتال" اختیار کرنے سے پہلے جہاد کی اولین شکل "دعوت الی الاسلام" ضروری ہے۔ بغیر دعوت کے قتال جائز نہیں ہے۔ لہٰذا دعوت اصل ہوئی اور قتال فرع اصل اور [illegible]۔ پھر کسی بھی دور میں دعوت الی الاسلام کے لئے چونکہ عصری مزاج اور عصری علوم سے ہی واقف رکھنا اور ان میں بصیرت حاصل کرنا ضروری ہے۔ ورنہ وہ مؤثر نہیں ہوسکتی۔ جیسا کہ یہ حقیقت کلام الٰہی سے بخوبی ثابت ہوتی ہے:

ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ: (لوگوں کو) اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ بلاؤ اور ان سے بہترین طریقے سے مباحثہ کرو۔ (نحل: ۱۲۵)

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ دین کو مؤثر طور پر پیش کرنے کے تین طریقے ہیں:
(۱) حکیمانہ طریقہ (۲) اچھی نصیحت (۳) بہترین مباحثہ۔ یہ دراصل دعوت اسلامی کے تین مرحلے ہیں جو مخاطب کی ذہنیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اختیار کئے جاسکتے ہیں۔ اور اس دعوت حق کے دو مقاصد ہیں:

۱۔ حق بات دلیل و استدلال کی روشنی میں پوری طرح کھل کر سامنے آجائے۔

۲۔ حق بات واضح ہوجانے کے بعد مخاطب پر اتمام حجت ہوجائے۔

اس لحاظ سے دعوت حق عصری مزاج کے مطابق ہونی چاہئے۔ ورنہ پھر وہی بات صادق آئے گی کہ "زبان یار من ترکی و من ترکی نمی دانم"۔ ظاہر ہے کہ ایک شخص تاریخ کا ماہر ہے تو اس کے لئے استدلال تاریخی موضوعات ہی کے ذریعہ مؤثر ہوسکے گا۔ کسی دوسرے علم و فن کے ذریعہ وہ متاثر نہیں ہوگا۔ لہٰذا اس پر حجت قائم نہیں ہوسکے گی۔ اور یہ بات خود قرآنی نقطہ نظر سے بھی "غیر حکیمانہ" ہوگی۔ اسی طرح کوئی سائنس کا ماہر ہے تو اس کے ساتھ صرف سائنسی علوم و مسائل ہی کے ذریعہ بحث و مباحثہ کیا جاسکتا ہے۔ معاشیات و سیاسیات وغیرہ کے ذریعہ اسے قائل نہیں کیا جاسکتا۔ وقس علی ذالک۔

غرض اس اعتبار سے اسلام کی صحیح دعوت پیش کرنے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے موجودہ دور کے تمام علوم پر عبور اور ان میں مہارت ضروری ہے۔ ورنہ دعوت اسلامی

نہ مؤثر ہو سکتی ہے اور نہ وہ قابلِ حجت بن سکتی ہے۔ اور جب علمی میدان میں اسلام اور مسلمان فیل ہو جائیں تو پھر اُن کے لئے قتال کرنے یا "قتالی جہاد" کرنے کا بھی کوئی جواز باقی نہیں رہ جاتا۔ بلکہ بغیر دلیل و حجت کے اس قسم کا قتال بجائے خود ایک فتنہ و فساد اور خونریزی کے سوا اور کچھ بھی نہیں رہ جاتا۔ بلکہ وہ شرعی حیثیت سے قابلِ مذمت ہو سکتا ہے کہ لوگوں کو دلیل و استدلال کے میدان میں شکست دئے بغیر میدانِ قتال برپا کر کے ناحق اُن کا خون بہایا جائے۔

جہاد چونکہ فرضِ کفایہ ہے اس لئے اگر جہاد کی یہ شکل یعنی علمی و قلمی جہاد موجودہ دور میں صحیح طور پر انجام نہ پائے تو پھر تمام مُسلمان گنہگار ہوں گے۔ فرضِ کفایہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ تمام مسلمانوں پر فرض تو ہے مگر اس کو چند مُسلمان بھی ادا کر دیں تو وہ سب کی طرف سے ادا ہو جائے گا۔ لیکن اگر کوئی بھی ادا نہ کرے تو سب کے سب گنہگار ہو جائیں گے۔ اس لحاظ سے اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا یہ فرض موجودہ دور میں صحیح طور پر انجام پا رہا ہے ؟ ظاہر بات ہے کہ علمی دنیا میں ہر طرف ایک سناٹا چھایا ہُوا ہے۔ اور کیا مدرسے اور کیا ادارے سب کے سب اس راہ میں غافل اور پوری طرح بے پرواہ دکھائی دے رہے ہیں۔ واضح رہے کہ عصری مزاج کے مُطابق صحیح تحقیقی لٹریچر (جو پوری نوعِ انسانی کے ذہن و دماغ کو اپیل کر سکے) تیار نہ کر کے محض "وعظ و نصیحت" یا "فضائلِ اعمال" کی کتابیں شائع کرنا نہ تو صحیح معنی میں دعوتِ اسلامی ہے اور نہ اسے "جہاد" کا نام دیا جا سکتا ہے۔ بلکہ صحیح "دعوتی" یا "جہادی" نوعیت کا لٹریچر وہی ہو سکتا ہے جو عصری مزاج کے لحاظ سے مؤثر اور انقلابی ہو اور جو عصرِ جدید کے افکار و اذہان کو بدل کر رکھ دے۔ اور لوگ اس کے ملاحظہ سے دینِ حق کی صداقت و حقانیت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ اور ایسا مؤثر و انقلابی لٹریچر تیار کرنا مُسلمانوں کے ذمہ ایک فرضِ کفایہ ہے، ورنہ تمام مُسلمان مجرم ہو سکتے ہیں۔

واضح رہے ہر قسم کی "علمی و دینی" خدمت کرنے والے اگرچہ عمومی اعتبار سے "فی سبیل اللہ" میں داخل ہو سکتے ہیں، مگر جہاد صحیح معنی میں وہی ہو سکتا ہے جو صحیح علمی اسپرٹ کے ساتھ ہو اور وہ اس میدان میں اختصاص کا درجہ حاصل کر لے۔

بہرحال اللہ تعالیٰ اس سلسلے میں صاف صاف فرماتا ہے :

هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ:
اُسی نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کردے۔ (فتح: ۲۸)

اس آیتِ کریمہ میں دینِ حق کا غلبہ فکر و نظر کے میدان میں بھی مطلوب ہے اور مادی و سیاسی میدان میں بھی۔ مگر مادی و سیاسی میدان میں غلبہ حاصل کرنے کے لئے پہلے فکر و نظر یا دلیل و استدلال کے میدان میں اعلائے کلمۃ اللہ ضروری ہے۔ ورنہ لوگوں کو خواہ مخواہ اور زبردستی دین میں داخل نہیں کیا جاسکتا۔ جیساکہ ارشادِ باری ہے:

لَاۤ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ: دین میں زبردستی نہیں ہے۔ (بقرہ: ۲۵۶)

اس لحاظ سے اب لوگوں کو دین میں داخل کرنے کے لئے علمی و قلمی جہاد کے سوا اور کونسا راستہ باقی رہ جاتا ہے؟ مگر موجودہ دور میں مسلمانوں اور اُن کے اداروں کا حال یہ ہے کہ وہ یا تو سطحی قسم کا لٹریچر تیار کرتے ہیں یا پھر وعظ و نصیحت اور قصے کہانیوں کی کتابیں شائع کرتے ہیں۔ تاریخ اور سیرت و سوانح کی کتابیں چھاپنا اُن کی معراج ہوتی ہے۔ کیونکہ تجارتی اعتبار سے وہ بہت سود مند ہوتی ہیں۔ دینی علوم اور عصری علوم کا مُوازنہ کرکے صحیح معنی میں تحقیقی کام کوئی نہیں کر رہا ہے جو موجودہ عقلیت پسندوں کو اپیل کرکے ان کے ذہن و دماغ کو بدل سکتا ہو۔ چونکہ یہ کام نہ صرف بہت زیادہ محنت طلب بلکہ پتہ ماری کا کام ہے جو تجارتی اعتبار سے مفید نہیں بلکہ گھاٹے کا سودا ہے اس لئے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتا۔ مگر جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے ذہن و دماغ کو بدلنے اور فکری اعتبار سے ایک انقلاب لانے کے لئے اس قسم کے لٹریچر کی تیاری نہایت ضروری ہے۔ اور چونکہ یہ کام مسلمانوں کے ذمہ ایک فرضِ کفایہ ہے اس لئے جو لوگ یہ فرض ادا کرنا چاہتے ہیں یا کسی نہ کسی درجے میں کررہے ہیں اُن کی مدد زکاۃ کی رقم سے کرنا ضروری ہے۔ اور یہ موجودہ دور میں زکاۃ کا سب سے بہتر مصرف ہے جو "جہاد فی سبیل اللہ" کے ذیل میں آتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو کام تجارتی نوعیت کا ہے ہی نہیں (اگرچہ وہ ظاہری طور پر بعض لوگوں کو تجارت معلوم ہوتا ہو) بلکہ سخت محنت طلب کام ہے، جس پر ملّتِ اسلامیہ کی نشاۃ ثانیہ موقوف ہے، وہ ملّت کی فراخدلانہ امداد کے بغیر کس طرح انجام پا سکتا ہے؟ ظاہر ہے کہ اتنا بڑا انقلابی عمل ملّت کی امداد و اعانت کے بغیر ہرگز انجام نہیں پا سکتا۔ لہٰذا اربابِ ملّت نے اگر اپنی

ذمہ داریوں کو محسوس کر کے صحیح قدم نہیں اُٹھایا تو پھر ہماری ملت کا خدا ہی حافظ ہے۔

علمی انحطاط اور احیائے علم

اس موقع پر چند ایسی حدیثیں پیش کی جاتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ علمی اعتبار سے زوال و انحطاط کے دور میں دین کی صحیح تعلیم و تدریس اور اس کی صحیح نشر و اشاعت کی اسلام میں کتنی اہمیت ہے۔ ان احادیث سے علم کے صحیح مقاصد اور ان کے مقام و مرتبہ کا بھی پتہ چلے گا۔

۱۔ دین کا قیام علم کی استواری پر موقوف ہے۔ اگر علم غلط ہو جائے تو پھر سارا دین غلط ہو جائے گا اور سارے اعمال بے کار ہو جائیں گے۔ بلکہ اُلٹے عذاب بھی ہو سکتا ہے۔ لہٰذا علم کو ایک صاف و شفاف چشمہ کی طرح ہمیشہ رواں دواں رہنا چاہیے۔ چنانچہ امام زہری سے مروی ہے:

" ہمارے سابقہ علماء کہا کرتے تھے کہ سنّت (رسول) کو مضبوطی سے تھامنے میں ہی نجات ہے۔ کیونکہ علم (دین) تیزی کے ساتھ اٹھتا جا رہا ہے۔ جب کہ علم کے قیام ہی کے باعث دین و دُنیا کا ثبات ہے۔ اور علم کا ضائع ہو جانا دین و دُنیا دونوں کا ضیاع ہے"[۳۴]

۲۔ بعض حدیثوں کے مطابق ایک ایسا دور آئے گا کہ علم کو فریب کے ساتھ جھپٹ کر چھین لیا جائے گا۔ چنانچہ حضرت ابو درداءؓ سے مروی ہے:

" ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ آپ نے (اچانک) آسمان کی طرف نظر ڈالی۔ پھر فرمایا کہ اب وقت (آگیا ہے) کہ لوگوں سے ان کا علم جھپٹ کر چھین لیا جائے، یہاں تک کہ وہ اس علم میں سے کسی بھی چیز پر قابو نہ رکھ سکیں۔ (یعنی لوگوں کو اس بات کا پتہ ہی نہیں چل سکے گا کہ اُن کی کونسی چیز چھین لی گئی ہے اور کیا چیز اُن کے ہاتھ میں دے دی گئی ہے)۔ اس پر زیاد بن لبید انصاریؓ نے پوچھا (کہ یا رسول اللہ) ہم سے علم کس طرح چھین لیا جائے گا جب کہ ہم قرآن پڑھ چکے ہیں (اور اس کو اچھی طرح سمجھ چکے ہیں) اور پھر واللہ ہم اس کو برابر پڑھتے رہیں گے اور اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی پڑھاتے رہیں گے؟ تو آپ نے فرمایا کہ تیرا بُرا ہو اے زیاد! میں تو تجھے مدینہ کے سمجھدار لوگوں میں شمار کرتا تھا۔ یہ جو تورات و

---

[۳۴] سنن دارمی، مقدمہ ۱/۴۵، مطبوعہ بیروت۔

آجکل یہود و نصاریٰ کے پاس موجود ہیں، تو یہ کتابیں اُن کو کیا نفع دے رہی ہیں ؟ (یہی حال میری اُمت کا بھی ہوگا۔ اور وہ بھی قرآن کو پسِ پشت ڈال دیں گے۔)[۳۵]

چنانچہ آج جس علم و فن میں بھی دیکھیئے جھوٹ اور کھوٹ کی آمیزش نظر آتی ہے۔ اور پروپگنڈہ کے زور پر صحیح کو غلط اور غلط کو صحیح قرار دینے کا فن کافی ترقی کر گیا ہے۔ خصوصاً الحاد و دہریت کا غلبہ محض پروپگنڈے کے زور پر جاری ہے۔ جو ایک اچھے خاصے کاروبار کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ علوم و فنون میں سرایت شدہ اس کھوٹ اور ملاوٹ کو دُور کرنے اور کھوٹے کو کھرے سے الگ کرنے کے لئے خداداد بصیرت کی ضرورت ہے، جو ایک پیمبرانہ اور تجدیدی عمل ہے۔ لہٰذا علمِ دین کے حامل علماء کو جو انبیائے کرام کے جانشین ہیں اس فریب کاری کا مقابلہ پوری قوت سے کرکے نوعِ انسانی کو جدید علوم کے شر و فتنہ سے بچانے کے لئے پوری طرح کمربستہ ہوجانا چاہیے۔

واضح رہے اس موقع پر حدیث میں "اختلاس" کا لفظ بولا گیا ہے، جس کے معنی فریب کے ساتھ کسی چیز کو جھپٹ کر چھین لینے کے ہیں۔ اور اس اعتبار سے یہ پیمبرانہ پیش گوئی موجودہ دور پر پوری طرح صادق نظر آرہی ہے۔

۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کی علامتوں میں سے ہے یہ بات کہ علم اُٹھا لیا جائے گا اور جہل (لاعلمی) کا دور دورہ ہوجائے گا۔[۳۶]

واقعہ یہ ہے کہ موجودہ دور میں (دینی و اخلاقی) علم انسانی زندگی کے ہر شعبہ سے رخصت ہو رہا ہے اور اس کی جگہ مادّی و الحادی علوم نے لے لی ہے، جن کا بنیادی خاصّہ اور خمیر بے خدائیت اور خدا فراموشی ہے۔ موجودہ انسان اگرچہ بظاہر بڑا ہی "عالم و فاضل" نظر آتا ہے، لیکن وہ فانی چیزوں میں منہمک ہو کر اپنے مقصدِ حیات کو پوری طرح فراموش کر چکا ہے۔ اس اعتبار سے آج علم اُٹھ رہا ہے اور جہل و لاعلمی کا دور دورہ ہوگیا ہے۔

۴۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ علم اپنے بندوں سے چھین کر نہیں

۳۵۔ جامع ترمذی کتاب العلم ۵/۳۱-۳۲، بیروت، سنن دارمی ۱/۸۷

۳۶۔ صحیح بخاری کتاب العلم ۱/۲۸ ؛ مطبوعہ استانبول